Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 31, Sr.No.80, 2010, pp 99 - 116

مجلۂ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۱، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۰ء، شمارہ ۸۰

انقرہ یونیورسٹی ترکی میں اُردو

ڈاکٹر محمد کامران☆

Abstract:

Ankara University-the Faculty of Languages, History and Geography builds on its 75-years-old tradition of scholarship to confirm its position as one of the oldest famous faculties in Turkey. The Faculty is committed to excellence in both research and teaching, and to the enhancement of the learning experience of each of its student. The Faculty will continue to disseminate its knowledge and expertise to the benefit of the City of Ankara, the country and the international community in the area of humanities.

The establishment of the Turkish Republic in 1923 was not only a change in regime, but also a major social transformation to a new system relying on modern values, science and institutions. The foundation of Ankara University was personally initiated by Mustafa Kemal Atatürk, the founder and first president of the Republic of Turkey, in order to establish and disseminate such principles on a national level.

In this respect, the Faculty of Languages, History and Geography -the first higher education institution of Ankara University to be founded as a faculty was established in 1935

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہء اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Atatürk firmly believed that the newly established Republic's efforts to create a national consciousness and raise a new generation capable of thinking independently rested upon an extensive study of Turkish and foreign languages, literatures, The Department of Urdu, Ankara University, Turkey is meant for the study of Urdu language. This department also imparts education about the historical perspective, cultural heritage and important events that stretch over a period of about one thousand years in the sub-continent Indo-Pakistan, under the reign of the Turks from the Gaznavid to the Indo-Turkish dynasty, whose empire ended in 1857. In this particular department studies are carried out about the development of the Urdu Language, which derived its very name from the Turkish word "Ordu", the Urdu Literature, its various phases from the beginning to the present day and its renowned poets and writers as well.

The department, which came into being in 1957, has the services of a Pakistani professor working on Urdu and Pakistan studies chair, created in accordance with the cultural agreement between Turkey and Pakistan.

جمہوریہ ترکی، یورپ اور ایشیاء کے سنگم پر واقع ایک خوبصورت ملک ہے جو اپنے دامن میں تاریخ و تہذیب کے ان گنت نقوش سموئے ہوئے ہے۔ ترکی کو اسلامی دنیا میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ جمہوریہ ترکی کی جڑیں، وسطی ایشیا کی ریاستوں اور عثمانی سلطنت میں پیوست ہیں۔

ڈاکٹر سعادت سعید ترکی کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عثمانی سلطنت کا مرکز اناتولی (ایشیائے کوچک) تھا اور قریباً چھ سو سال تک مراکش کے علاوہ کئی عرب ممالک، یونان، بالکان، ارمنستان اور گرجستان وغیرہ اس سلطنت میں شامل

رہے ہیں۔ اس سلطنت کے متروکہ تمدّن اور روایات کو چہار دانگ عالم میں پذیرائی ملی۔ ترکی زبان کے ڈانڈے مغلی، تنغوزی، چینی، ہنگری اور فن لینڈی السنہ سے ملے نظر آتے ہیں۔

اس کے آغاز کی سنہ ایک ایک ذولسانی مکتوب ہے جس کا تعلق شمالی منگولیا میں اور خون اور سلنگا دریائی وادیوں کے علاقے سے تھا۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی میں لکھا گیا تھا۔ اس زمانے میں عباسی سلطنت وسطی ایشیا میں دریائے جیحوں تک پھیل چکی تھی۔ نویں صدی میں وسطی ایشیائی ترکوں نے صرف عباسی سلطنت کے کئی علاقوں کو فتح کرلیا۔ مصر کے طولونیوں اور ایران، افغانستان اور ہندوستان کے غزنویوں کا تعلق بھی انہی ترکوں سے تھا۔ دسویں صدی میں سلاجقۂ ایران نے مشرقِ وسطی کو بھی اپنی حدود میں شامل کرلیا۔ جنگ ملازگرد میں انہوں نے بازنطینیوں کو شکست دی اور یوں اناتولی بھی ان کی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ انہی ترکوں کی ایک شاخ سلاجقہ روم کہلائی اور انہوں نے ایکونیم یا قونیہ کو اپنا دارالخلافہ بنالیا۔ اس کے بعد جنگوں کی ایک داستان ہے جن میں کبھی بازنطینی فتح حاصل کرلیتے تھے اور کبھی تُرک۔ عثمانی سلطنت کے قیام کے بعد ترکوں کے برصغیر کے مسلمانوں سے برادرانہ تعلقات میں توسیع ہوتی ہے۔

پندرھویں صدی میں سلطان فاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح کے بعد ترک اور ہندوستانی صوفیوں اور عوام کے میل جول میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔ استنبول میں ہند لیر تکیہ(۱) کے نام سے ایک سرائے موجود ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں ہندوستانی علماء، صوفی اور عوام آکر ٹھہرا کرتے تھے۔ عثمانی سلطنت کے دوران ترکی میں ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی جاتی تھی۔ سترہویں صدی سے شروع ہونے والا عثمانی سلطنت کا زوال بیسویں صدی میں مکمل ہوا اور مصطفیٰ کمال اتاترک نے ایک بامعنی جنگ آزادی کے بعد نئی ترک سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا۔

ہندی مسلمانوں نے مصطفیٰ کمال اتاترک کی زیرِ قیادت ترک جمہوریہ کے قیام پر دل و جان سے خوشیاں منائیں۔(۲)

۱۹۲۳ء میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے اپنے نوجوان فوجی ساتھیوں کی مدد سے جدید جمہوریہ ترکی کے پہلے صدر کی حیثیت سے عنانِ اقتدار سنبھالی۔

ترکی ایک جمہوری، سیکولر ملک ہے، جس پر مغربی اثرات نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ترکی کا اسلامی تشخص بھی اقوامِ عالم پر مکمل طور پر عیاں ہے۔ ترکی نے مختلف عالمی اداروں کی رکنیت حاصل کر رکھی ہے۔ ان میں کونسل آف یورپ، NATO، OCED، OSCE اور G-20 Major Economies شامل ہیں۔ ترکی نے ۲۰۰۵ء میں یورپی یونین میں شمولیت کے لیے مذاکرات کا آغاز کیا۔ ترکی یورپین اکنامک کمیونٹی کا ۱۹۶۳ء سے ایسوسی ایٹ رکن ہے۔ ترکی نے مشرقِ وسطیٰ، سنٹرل ایشیا اور افریقی ممالک سے اکانومک کوآپریشن آرگنائزیشن اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی رکنیت کے ذریعے ثقافتی، سیاسی، معاشی اور صنعتی روابط استوار کیے ہوئے ہیں۔ اپنی علاقائی اہمیت، مستحکم معیشت اور فوجی قوت کے باعث ترکی کو خطے کا اہم ملک سمجھا جاتا ہے۔(۳)

ترکی، براعظم ایشیا اور یورپ کے مابین ایک پُل کا کام دیتا ہے۔ ترکی کا ایشیا میں شامل حصہ اناتولی کہلاتا ہے جو ترکی کا ۹۷ فیصد حصہ ہے جبکہ تین فیصد حصہ جو یورپ میں شامل ہے Thrace کہلاتا ہے۔ ترکی کی سرکاری زبان ترکچہ (Turkish) ہے۔ جبکہ کردش (Kurdish) اور زز کی (Zazki) کرُدوں اور زساس (Zazas) میں بولی جاتی ہے۔ ترکی کی ستانوے فیصد آبادی مسلمان ہے۔(۴)

ترکی کا مجموعی رقبہ 302, 382 Km2 (116,750 Sq. mi) ہے۔ ترکی کا

سرحدی علاقہ 2,648 کلومیٹر پر مشتمل ہے جس میں آرمینیا کی سرحد 268 کلومیٹر، آذر بائیجان کی 9 کلومیٹر یونان 206 کلومیٹر، ایران 499 کلومیٹر۔ عراق 352 کلومیٹر اور شام 322 کلو میٹر ہے۔(۵)

اہلِ ترک کے برصغیر کے مسلمانوں سے مذہبی اور تہذیبی روابط کی شان دار تاریخ موجود ہے۔ مغربی تہذیب کی کلغار نے بھی دونوں معاشروں کو یکساں طور پر متاثر کیا۔

''ترکی میں تنظیمات کا دور مغربی ثقافت اور اس کے فروغ کا دور ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں ہندوستانی مسلمان بھی مغربی علوم وفنون اور تہذیب و ثقافت سے پورے طور پر ہتھیار بند ہو رہے تھے، ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ اور ترکی میں خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے میں جن سامراجی ہتھکنڈوں کا استعمال کیا گیا تھا، ان کا لازمی نتیجہ دونوں عظیم سلطنتوں کے مکمل ملیامیٹ ہونے اور مسلمانوں کی اسپین میں ہونے والی نسل کشی کی مانند مکمل صفائے کی صورت میں نکل سکتا تھا، لیکن کمال اتاترک اور قائدِ اعظم کی بصیرتوں اور دُور اندیشیوں نے دشمنوں کے عزائم کو ایسا خاک میں ملایا کہ آج یورپ کو بیشتر معاملات میں ترکی کی اعانت حاصل کرنا پڑتی ہے اور ایسے ہی باوجود سقوطِ ڈھاکا اور بنگلہ دیش کے قیام کے پاکستانی دنیا کی پہلی اسلامی ریاست ہے جو ایٹمی اور دفاعی میدانوں میں تمام مسلمان ریاستوں پر سبقت لے گئی ہے اور ان کے حوصلوں میں اضافے کا باعث بنی ہے۔''(۶)

جس طرح ہندی مسلمانوں نے ترکی جمہوریہ کے قیام پر خوشیاں منائی تھیں، اسی طرح ۱۴/اگست ۱۹۴۷ کو مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آنے پر ترکوں نے بھی دل و جان سے خوشیاں منائیں اور جب پاکستان نے عالمِ اسلام کی پہلی ایٹمی قوت بننے کا اعزاز حاصل کیا تو ترکوں نے اسے عالمِ اسلام کی فتح قرار دیا۔

ترکی اور پاکستان، دوستی اخوت اور بھائی چارے کے لازوال رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ زیادہ مستحکم اور مضبوط ہورہا ہے اور آج یہ رشتہ آبنائے باسفورس سے گہرا اور ہمالیہ کی چوٹیوں سے بلند دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی پاکستانی سربراہان مملکت نے ترکی کو پاکستانیوں کا دوسرا وطن قرار دیا ہے اور عام تُرک، پاکستانیوں کو اپنا بھائی اور دوست قرار دیتے ہیں۔

ترک باشندے، پاکستان کے ساتھ ساتھ اردو کے ضمن میں بھی اپنے دل میں محبت کا ایک خاص گوشہ رکھتے ہیں۔ اردو سے ترکوں کی قربت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اردو کا نام ایک ترکی لفظ Ordu سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی فوج یا لشکر کے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم ترک بادشاہوں کے زمانے میں مقامی لشکریوں اور عوام کی بول چال میں بہت سے ترکی کے الفاظ مروّج ہوچکے تھے، آج بھی ترکی زبان کے بہت سے الفاظ بعینہٖ یا تلفظ کے معمولی فرق کے ساتھ اردو میں مروّج اور مستعمل ہیں۔

ترکی زبان و ادب نے بھی اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، خاص طور پر سجاد حیدر یلدرم نے ترک ادب سے ماخوذ افسانے تحریر کرکے اردو اب کو ایک لطیف اور رومانوی طرزِ احساس سے روشناس کیا، بعدازاں ترکی ادب کی بہت سی تخلیقات، اردو کے قالب میں ڈھالی گئیں۔ اردو ادب کے حوالے سے نظم و نثر کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ بھی ترکی زبان میں منتقل ہوچکا ہے۔

تقریباً ستاسی برس قبل ترکوں نے عربی رسم الخط کو خیرباد کہہ کر رومن رسم الخط اپنالیا۔ مگر انگریزی کی دریوزہ گری کو انہوں نے اپنے قومی وقار کے منافی گردانا، چنانچہ یورپ سے قربت کے باوجود ترکی میں انگریزی بولنے اور سمجھنے والے خال خال دکھائی دیتے ہیں اور اس

حوالے سے ان کی عصبیت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ انگریزی کا فہم رکھنے والے بھی انگریزی بولنے سے احتراز کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ترک جامعات میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے تدریس و تحقیق اور تراجم کی ایک قابلِ قدر روایت موجود ہے۔ اس وقت ترکی کی تین جامعات میں اردو کی تدریس ہورہی ہے۔ ان میں انقرہ، استنبول اور قونیہ کی سلجوق یونیورسٹیاں شامل ہیں۔

انقرہ، ترکی کا دارالحکومت اور دوسرا بڑا شہر ہے۔ انقرہ کی آبادی تقریباً پینتالیس لاکھ ہے۔ انقرہ شہر، انقرہ صوبے کا دارالحکومت بھی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں انقرہ مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ (۷)

۱۰۷۳ میں سلجوق ترکوں کی فتح کے بعد یوروپی زبانوں میں اسے انگورا (Angora) کہا جاتا رہا اور یہ سلسلہ ۱۹۳۰ تک جاری رہا جب سرکاری طور پر ٹرکش پوسٹل لا (Turkish Postal Law) ۱۹۳۰ کے تحت دوبارہ اس کا نام انقرہ رکھ دیا گیا۔ اناتولی کے مرکز میں واقع ہونے کے باعث انقرہ کو ایک اہم صنعتی اور تجارتی شہر کی حیثیت حاصل ہے۔ انقرہ کا شمار ترکی کے اہم سیاسی، ثقافتی اور علمی مراکز میں ہوتا ہے۔

انقرہ یونیورسٹی ترکی کے دارالحکومت میں واقع پبلک یونیورسٹی ہے۔ اسے جمہوریہ ترکی میں قائم ہونے والے اعلیٰ تعلیم کے اولین مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ انقرہ یونیورسٹی کی بنیاد بابائے ترکی مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۳ء میں رکھی تھی۔ آج انقرہ یونیورسٹی کا شمار ترکی کی بہترین جامعات میں ہوتا ہے۔ انقرہ یونیورسٹی میں تقریباً چالیس ووکیشنل پروگرام، ایک سو چودہ انڈرگریجویٹ پروگرام اور ایک سو دس گریجویٹ پروگرام جاری ہیں۔

انقرہ یونیورسٹی میں پندرہ فیکلٹیاں قائم ہیں، انقرہ یونیورسٹی میں زبان، تاریخ اور

جغرافیہ کی فیکلٹی ۱۹۳۵ میں قائم ہوئی۔

اردو زبان و ادب کی تدریس کے حوالے سے ترکی کا سب سے بڑا اور قدیم شعبہ انقرہ یونیورسٹی میں قائم ہے۔

باقاعدہ طور پر انقرہ یونیورسٹی میں اردو کی تدریس کا آغاز ۱۹۵۶ء میں ہوا اور اسی سال اس شعبے میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے اردو چیئر قائم کی گئی۔ اس چیئر پر استاد کا تقرر حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ترکی کے مشترکہ تعاون اور رضامندی سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اس چیئر پر پروفیسر داؤد رہبر کا تقرر ہوا۔ یہ وہی داؤد رہبر ہیں جو علامہ اقبال کے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال اور نوبل پرائز یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ کیمبرج میں زیرِ تعلیم رہے اور تینوں نے مل کر کیمبرج میں پاکستان سوسائٹی بھی بنائی جس کے سرپرست معروف مصنف پروفیسر آربری تھے۔ پروفیسر داؤد نے تین سال اس چیئر پر کام کیا اور پھر کینیڈا چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ عرصہ یہ شعبہ بند رہا لیکن ڈاکٹر طاہر فاروقی کے تقرر کے بعد شعبے نے پھر سے کام کرنا شروع کر دیا اور پھر آج تک اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی ہے۔ (۸)

ڈاکٹر طاہر فاروقی کے بعد مذکورہ چیئر پر پاکستان سے ڈاکٹر حنیف فوق، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر اے بی اشرف، ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر سعادت سعید فائز رہے۔ ان دنوں ڈاکٹر میاں مشتاق اس چیئر پر فائز ہیں۔ ڈاکٹر میاں مشتاق اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ اردو میں استاد ہیں۔

انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے اب تک دس ہزار سے زائد طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ ہر سال، سالِ اول سے سالِ چہارم تک کم و بیش ۸۰ سے ۱۰۰ طلبہ شعبۂ اردو میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ایم-اے اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تدریس بھی محدود پیمانے پر

جاری و ساری ہے۔ عام طور پر تین سے چار طلبہ ایم اے اور پی ایچ ڈی میں داخلہ لیتے ہیں، ترکی میں عام طور پر گریجویشن کے بعد طلبہ ملازمت کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے جو طلبہ اعلیٰ تعلیم کے متمنی ہوتے ہیں وہ تعلیم و تحقیق پر بھرپور توجہ دیتے ہیں۔

انقرہ یونیورسٹی میں اردو کے فروغ کے ضمن میں جہاں اردو چیئر پر فائز رہنے والے پاکستانی اساتذہ کی خدمات لائقِ تحسین ہیں وہاں ترک اسکالرز اور اساتذہ کی خدمات بھی آبِ زر سے لکھی جانے کے لائق ہیں۔ خاص طور پر ڈاکٹر شوکت بولو، جو شعبہ اردو کے سابق نگران تھے کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ڈاکٹر شوکت بولو ۱۹۶۴ء میں اس شعبے سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۹۴ء میں اپنے فرائضِ منصبی سے سبکدوش ہوئے۔ ڈاکٹر اے بی اشرف اور ڈاکٹر گلسرین ہالی جی، ڈاکٹر شوکت بولو کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وہ تُرک ہیں۔ انہیں دمشق اور بغداد میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں پانچ سال تک زیرِ تعلیم رہے۔ ایم۔ اے اسلامیات اور ایم۔ اے عربی پنجاب یونیورسٹی سے کیا اور پھر ترکی واپس آگئے۔ انقرہ یونیورسٹی سے ''اردو نثر کا زریں دور'' کے عنوان پر پی ایچ ڈی کی۔ ڈاکٹر صاحب تدریس کے علاوہ علم و ادب کی ترویج میں بھی پیش پیش رہے۔ انہوں نے علامہ اقبال کی حیات اور افکار پر دو سو صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا اور ''بالِ جبریل'' کا ترکی زبان میں منظوم ترجمہ کیا۔ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب ''الکلام'' کا ترکی زبان میں حواشی کے ساتھ ترجمہ کیا۔ اسی طرح مولانا عبدالسلام ندوی کی کتاب ''اقبالِ کامل'' کا ترجمہ بھی ترکی زبان میں کیا۔ ڈاکٹر صاحب ''تاریخِ ادب اردو'' از رام بابو سکینہ ''داستان نثر اردو'' از حامد حسن قادری اور ''آج کا اردو ادب'' از ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کا بھی ترکی

زبان میں ترجمہ کرچکے ہیں شیخ اکرام کی تین تصانیف ''آبِ کوثر''، ''موج کوثر'' اور ''رودِ کوثر'' کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن مصباح الدین کی کتاب ''ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدّنی جلوے'' کا بھی ترجمہ کرچکے ہیں...... وہ مولانا محمد علی جوہر پر افضل اقبال کی کتاب کا ترجمہ بھی مکمل کرچکے ہیں...... علمی و ادبی کتابوں کے علاوہ بہت سی سوانحی اور تاریخی کتابوں کا بھی ترجمہ کرچکے ہیں۔ ان کتابوں میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، جمیل الدین عالی اور ایس کے بھٹناگر کی تصانیف شامل ہیں۔ دو سال پہلے ڈاکٹر موصوف، پروفیسر خلیل صدیقی کی کتاب ''زبان کیا ہے؟'' راقم [ڈاکٹر اے بی اشرف] اور ڈاکٹر انوار احمد کی مرتب کردہ کتاب ''منٹو کی بیس کہانیاں'' ڈاکٹر روبینہ ترین کی تصنیف ''ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ (بعض ابواب) اور بانگِ درا کے ترجمہ بھی اپنی نگرانی میں طالب علموں سے کراچکے ہیں۔

ان کی خدمات کے پیشِ نظر حکومت پاکستان کی طرف سے انہیں ''تمغۂ پاکستان'' دیا جاچکا ہے۔(۹)

ڈاکٹر شوکت بولو کے بعد انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی نگران ڈاکٹر سلمیٰ بینلی مقرر ہوئیں۔ انہوں نے ۱۹۹۴ء میں ''جدید اردو شاعری ۱۸۵۰ء–۱۹۰۰ء کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ ڈاکٹر صاحب نے گریجویشن اور ایم اے بھی انقرہ یونیورسٹی سے ہی کیا تھا۔ انہوں نے ایم اے کا مقالہ ''ضربِ کلیم اور اقبال'' کے عنوان سے لکھا تھا۔

ان کی پی ایچ ڈی کے کورس ورک کی تدریس ڈاکٹر اے بی اشرف اور ڈاکٹر شوکت بولو نے کی تھی۔ کورس کے اختتام پر انہوں نے ''ترکی اور اردو کی مماثلتیں'' کے عنوان کے تحت ایک سیمینار بھی تیار کیا، ان کے متعدد مقالات زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکے ہیں۔

اس وقت انقرہ یونیورسٹی میں اردو کے تین استاد اپنے فرائضِ منصبی ادا کر رہے ہیں ان میں صدرِ شعبہ اردو پروفیسر ڈاکٹر جلال سوئیدان، ایسوسی ایٹ پروفیسر آسمان بیلن اوزکن اور اسسٹنٹ پروفیسر گلسرین ہالی جی شامل ہیں۔

شعبہ اردو کے نگران ڈاکٹر جلال سوئیدان اردو اور پاکستان سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ پہلے ترک طالب علم ہیں جنہوں نے شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے اردو میں ڈپلوما اور ایڈوانسڈ ڈپلوما مکمل کیا اور بعدازاں ایم۔ اے اردو کا امتحان بھی یہیں سے پاس کیا۔ ایم اے اردو کے دوران میں وہ راقم الحروف کے جونیئر تھے۔ ایک طویل عرصہ لاہور میں بسر کرنے کی وجہ سے لاہور کی تہذیب و ثقافت، گلی کوچوں اور انواع و اقسام کے کھانوں کے دلدادہ ہیں۔ انہوں نے اپنا ایم- اے کا مقالہ ''ترکی میں مطالعۂ اقبال'' پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی زیرِ نگرانی مکمل کیا تھا۔ اقبالیات، ڈاکٹر جلال سوئیدان کی دلچسپی کا خاص شعبہ ہے۔ انہوں نے ترک، ترکی اور اقبال کے موضوع پر متعدد مقالات تحریر کیے ہیں۔ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی اقبالیات سے متعلق ہے۔ پی ایچ ڈی کے کورس ورک کی تکمیل کے بعد انہوں نے سیمینار کے لیے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتاب ''برصغیر پاک و ہند میں ملتِ اسلامیہ'' کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔

> ''اقبال اور محمد عاکف کی باہمی مماثلتوں پر بھی ان کا مقالہ چھپ چکا ہے۔ غالبیات کے سلسلے میں بھی ان کے مضامین اور تدریسی مقالے موجود ہیں۔ ترکی زبان میں ان کی اردو ادبیات کے بارے میں چار کتابیں ترکی کے اہم پبلشروں نے چھاپی ہیں۔ اقبال اور جذبۂ عشق، اردو ادب کے لیجنڈ ترک بنیاد شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب، انتخابات ادبیات اردو، ان کی اہم تصنیفات ہیں۔ ان کی ایک کتاب جدید اردو افسانہ نگاروں کے

حوالے سے حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں کفن (پریم چند) کالی شلوار، سڑک کے کنارے (سعادت حسن منٹو) کچرابابا (کرشن چندر) اوور کوٹ، آنندی (غلام عباس) گھر کا راستہ (بلونت سنگھ) بین، الحمدللہ (احمد ندیم قاسمی) آخری آدمی (انتظار حسین) گرہن (راجندر سنگھ بیدی) توشے بلے (اشفاق احمد) آپا (ممتاز مفتی) لحاف (عصمت چغتائی) دنیا کا آخری بھوکا آدمی (محمد منشا یاد) دروازہ (خالدہ حسین) گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی (مظہرالاسلام) نجات (یونس جاوید) شامل ہیں علاوہ ازیں انہوں نے مجید امجد، احمد فراز، پروین شاکر کی شاعری، مستنصر حسین تارڑ، اشفاق احمد، عطاء الحق قاسمی اور اے بی اشرف کے سفر ناموں اور جوش ملیح آبادی، نیاز فتح پوری، پطرس بخاری، شوکت تھانوی، مشتاق احمد یوسفی، شفیق الرحمٰن اور ابنِ انشاء کی مزاحیہ تخلیقات کے ترکی تراجم پر مشتمل ایک انتخاب بھی مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر جلال سوئیدان کے اردو اور پاکستانی ثقافت پر ترکی زبان میں کئی مقالے مختلف ترکی تحقیقی وتنقیدی جرائد میں چھپ چکے ہیں...... چند ایک کے عنوانات ملاحظہ ہوں۔ راشد اور سباویراں، ایران میں تیل کے سوداگر بحوالہ ن۔م راشد (ایران میں اجنبی) اردو ادب، فسادات اور ترقی پسند ادیب، شبلی کی تصانیف میں ترکوں کا ذکر اور فلسفۂ اقبال میں عورت کا مقام۔

''ڈاکٹر جلال سوئیدان صوفیانہ موسیقی اور قوالی، ناظم حکمت کے موضوعات پر لکھنے کے علاوہ اردو زبان میں مصلحات رشتہ داری اور ہندی مسلمانوں میں خاندانی تشکیل کے حوالے سے بھی ان کی تحریریں چھپ چکی ہیں''۔(۱۰)

ڈاکٹر آسمان بیلن اوزکن، شعبہ اردو، انقرہ یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں، انہوں نے تقریباً اڑھائی برس اورینٹل کالج میں گزارے اور یہاں سے اردو زبان میں ڈپلوما

حاصل کیا۔ انہوں نے ایم اے اردو کا امتحان انقرہ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایم اے کے لیے انہوں نے ''محمد حسین آزاد۔ حیات و آثار کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا۔ انہیں پروین شاکر کی شاعری اور فکروفن سے خصوصی لگاؤ ہے۔ انہوں نے پروین شاکر کی کئی نظموں کے ترکی ترجمے بھی کیے ہیں۔ انہوں نے آغا حشر کے ڈرامے ''خوابِ ہستی'' کا ترکی میں ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے حسینہ معین کے ڈرامے ''تنہائیاں'' کو ترکی ٹی وی کے لیے ترکی زبان میں ڈھالا ہے۔ وہ ''بانگِ درا'' کے ایک حصے کو بھی ترکی زبان میں منتقل کرچکی ہیں۔

ان کی ترجمہ شدہ کتاب ''رامایان'' شائع ہوچکی ہے۔ یہ ہندی سے ترکی میں ترجمہ ہے۔ (۱۱)

''ڈاکٹر آسمان بلبین کے متعدد مضامین و مقالات اردو اور ترکی میں سطور، معاصر، ارضِ روم وغیرہ میں شائع ہوچکے ہیں۔ ان کے اہم مضامین میں ''ایک محقق اور نقاد کی آپ بیتی کا جائزہ''، ''اورحان کمال اور احمد ندیم قاسمی''، ''اردو نثر کا ارتقاء''، ''ناول نگار خواتین''، ''ایک فیمینسٹ شاعرہ، ''کشور ناہید''، ''پطرس بخاری اور مزاح''، ''ایک لیٹریکل شاعرہ''، ''دو خواتین، ایک ہی عشق''، ''پروین شاکراور پولینڈ کی شاعرہ ماریا پاولیکوسکا''، ''پنجاب کی شعری آواز۔ احمد ندیم قاسمی''۔(۱۲)

ڈاکٹر گلسرین ہالی جی اوزکان، انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ وہ ایک ذہین استاد ہیں اور اردو زبان و ادب سے غیر معمولی شغف رکھتی ہیں۔ انہوں نے گریجویشن، ایم اے اور پی ایچ ڈی اسی شعبے سے کی۔ ایم اے میں ان کے مقالے کا عنوان تھا، ''تزکِ جہانگیری کے بنیادی موضوعات'' انہوں نے اس حوالے سے تزک کے اردو تراجم کو پیشِ نظر رکھا۔

ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ہے ''جنوبی ایشیاء میں مغلوں کا ثقافتی اور

علمی ورثہ''، انہیں اردو ترکی لغت نویسی سے بھی دلچسپی ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر اے بی اشرف کے ساتھ مل کر ترکی میں اردو کی پیش رفت اور عشق، امن اور انسان دوستی کا پیمبر یونس ایمرے کے عنوانات سے عمدہ مقالے لکھے ہیں۔ فیکلٹی کے مجلّہ ''لسانیاتِ مشرق'' میں ان کے چند مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ فیض احمد فیض، سجاد حیدر یلدرم اور منصورہ احمد کے حوالے سے بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے سعادت حسن منٹو، فیض احمد فیض اور مرزا غالب پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالوں کی نگرانی بھی کی ہے۔

شعبہ اردو انقرہ یونیورسٹی میں ڈاکٹر فرقان حمید جزوقتی استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر فرقان حمید کا تعلق پاکستان سے ہے۔ وہ انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد میں ترک زبان کے استاد رہے ہیں۔ وہ پی ایچ ڈی کے لیے ترکی گئے اور ترکی زبان میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے ایک ترک لڑکی سے شادی کی اور پھر وہیں کے ہو رہے۔

وہ ریڈیو میں اردو پروگرام بھی کرتے ہیں اور ایک نجی پاکستانی ٹی وی چینل کے نمائندے کے طور پر بھی کام کرتے ہیں۔

انقرہ اردو چیئر پر متعین ہونے والے اساتذہ میں سے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنے قیامِ ترکی کی یادوں کو ''ترکی میں دو سال'' میں محفوظ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر حنیف فوق کی خدمات اس حوالے سے قابلِ قدر ہیں کہ انہوں نے اردو اور پاکستانیات کے حوالے سے اہم تحقیقی کام کروائے ہیں، انہوں نے اردو گرامر، اردو لغت نویسی اور اردو کے جدید شعراء و ادبا کو ترک قارئین سے متعارف کروایا۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر سعادت سعید نے بھی اردو چیئر پر متعین ہونے کے بعد ترک

یونیورسٹیوں میں طالبِ علموں کی سطح پر ہونے والے تحقیقی کام کے اشاریے مرتب کروائے:

''......تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انقرہ یونیورسٹی میں قریباً تین سو اور سلجوق یونیورسٹی میں سو کے قریب ترکی زبان میں ایسے مقالات لکھے گئے ہیں، جن کا بنیادی مقصد اردو اور اردو سے متعلقہ تہذیبی اور ثقافتی حوالوں کو اجاگر کرنا ہے۔(۱۳)

ڈاکٹر سعادت سعید کے دوشعری مجموعے ''بانسری چپ ہے'' اور ''فنون آشوب'' اور بیس کے قریب مقالات ان کے قیامِ ترکی کے دوران شائع ہوئے۔

ڈاکٹر سعادت سعید نے محمد عاکف فاؤنڈیشن، ترکی کے زیرِ اہتمام ''محمد اقبال اور محمد عاکف'' کے مشترک خیالات اور جلال بایار یونیورسٹی منیسا کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے سیمینار میں مولانا روم کے صوفیانہ افکار اور ''ترکی میں اردو: ایک مختصر جائزہ'' کے موضوع پر انجمن ترقی پسند مصنفین، برمنگھم (برطانیہ) کے عالمی اردو سیمینار منعقدہ فروری ۲۰۰۴ میں اپنا مقالہ پیش کیا تھا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف ۱۹۸۸ء میں اردو چیئر پر انقرہ یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے۔ انہوں نے تدریس کے علاوہ تحقیق وتنقید کے شعبے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ڈاکٹر خلیل طوق آر لکھتے ہیں:

''...... پاکستانی اساتذہ میں پروفیسر ڈاکٹر احمد بختیار اشرف صاحب کے نام خصوصیت کے ساتھ اگر یہاں ذکر نہ کروں تو یہ ناانصافی ہوگی، کیونکہ یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم و تربیت اور بیش بہا علمی اور ادبی کاوشوں کے علاوہ، شوکت بولو صاحب کے سوا ترکی میں جتنی بھی پی ایچ ڈی اور ایم اے کی ڈگریاں شاگردوں کو ملیں، ان ساروں پر ڈاکٹر صاحب کی امداد ونگرانی مسلّم ہے۔'' (۱۴)

ڈاکٹر اے بی اشرف نے ترکی میں مکمل سکونت اختیار کرلی ہے۔ ڈاکٹر اے بی اشرف نے ترک افسانہ نگار نازلی ایرائی کے دو افسانوں ''امریکن باز''، ''اینٹی امریکا نو'' اور مشہور ترک مزاح نگار عزیز نیسن کے دو ترکی افسانوں ''چھت پر دیوانہ''، ''میں دخل نہیں دیتا'' کے ترجمے ادب لطیف کے مختلف شماروں میں شائع کروائے ہیں۔

ڈاکٹر اے بی اشرف کا مضمون ''عشق پیشہ'' انقلابی شاعر ناظم حکمت مطبوعہ ارتکاز، کراچی بھی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے غلام الثقلین نقوی، پروین شاکر، فرزانہ اصغر ندیم سید، نثار عزیز بٹ کے ناول ''نے چراغ نہ گلے'' اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور دیوانِ غالب کے حوالے سے مضامین مختلف رسالوں میں چھپواتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر انوار احمد جو اردو چیئر پر انقرہ یونیورسٹی میں متعین رہے ہیں انہوں نے ''ترکوں سے متعلق اسمٰعیل میرٹھی، شبلی نعمانی اور اقبال کی منظومات تاریخی تناظر میں، رومانوی ترک شاعرہ بنت عثمان، ترکی کا نظام تعلیم، منظر اور پیش منظر'' جیسے موضوعات پر اہم مقالات تحریر کیے ہیں۔

ترکی میں اردو کے حوالے سے ترکی اور اردو میں متعدد مقالے اور کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں ڈاکٹر اے بی اشرف نے اپنے مضامین و مقالات کے ذریعے ترکی اور پاکستان کے مابین ایک علمی روابط استوار کرنے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے اپنی زیادہ تر کتابیں اپنے قیامِ ترکی کے دوران لکھی ہیں۔ ان میں ''غالب اور اقبال''، ''کچھ نئے اور پرانے شاعر''، ''اردو ڈراما اور آغا حشر''، ''ذوقِ دشت نوردی'' (سفر نامہ) اور ''مسائلِ ادب- تنقید و تجزیہ'' شامل ہیں۔

ان کے تحریر کردہ مضامین اور ترکی کہانیوں کے اردو تراجم، ماہِ نو، فنون، اوراق، مجلّہ

اقبال، تخلیق، تجدید، ارتکاز اور اخبارِ اردو جیسے اہم رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے ترکی ادب میں مختصر افسانے کی روایت پر بھی کام کیا ہے مگر ان کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ انہوں نے ترک نوجوانوں کی ایک قابلِ قدر کھیپ تیار کی ہے جو اردو سے بے پناہ محبت رکھتی ہے اور اردو زبان و ادب کے مختلف پہلوؤں پر دادِ تحقیق و تنقید دے رہی ہے۔ انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی لائبریری میں اردو کتابوں کی تعداد چھ ہزار کے قریب ہے۔

انقرہ یونیورسٹی میں گریجویشن کی سطح پر اردو بول چال اور تحریری مشق کے علاوہ طلبہ کو اردو نظم و نثر سے آگہی دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''انقرہ یونیورسٹی میں اردو اختیاری مضمون ہے اور چہار سالہ یونیورسٹی کورس میں شامل ہے......درسی کتب کے طور پر پاکستانی بچوں کے لیے تیار شدہ اردو کی پہلی کتاب سے لے کر اردو کی چوتھی کتاب تک یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں، کچھ گفتگو اور گرامر حسبِ ضرورت استاد سکھا دیتا ہے۔''(۱۵)

مجموعی طور پر انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ پاکستان سے باہر کسی بھی ملک میں معیار اور مقدار کے اعتبار سے اردو زبان و ادب کے حوالے سے جتنا کام وہاں ہوا ہے وہ قابلِ قدر اور قابلِ رشک ہے۔ حکومت پاکستان نے انقرہ میں اردو چیئر قائم کر کے ترکی اور پاکستان کے مابین ثقافتی روابط کو استحکام عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن اگر ترکی ادیبوں، دانشوروں اور طلبہ و طالبات کی حوصلہ افزائی کی جائے تو صورتِ حال مزید بہتر ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆

حواشی

۱۔ ڈاکٹر خلیل طوق آر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''ان خانقاہوں میں سے ایک جو کہ استنبول کے آق سرائے نامی علاقے میں ہے اور اس کی عمارت آج بھی موجود ہے۔ یہ عمارت استنبول کی فتح کے بعد ہی اسحاق بخاری ہندی نام کے ایک نقشبندی شیخ کی خواہش پر سلطان محمد فاتح کے حکم سے قائم کی گئی اور اسی تاریخ سے لے کر ترکی جمہوریت کی تاسیس تک استنبول میں ہندوستانی مسلمانوں کا مرکز بنی رہی اور ٹیپوسلطان کے ایلچی امام سردار (متوفی ۱۷۸۷ء) اور مولانا عبیداللہ سندھی جیسے نامور اشخاص بھی اسی خانقاہ میں رہے۔''

[ڈاکٹر خلیل طوق آر۔''ترکی میں اردو کی سرگزشت (تاریخی پس منظر، آج اور آئندہ سے متعلق درپیش مسائل) مشمولہ مجلّہ عالمی اردو سیمینار ۲۰۰۰ء لندن (یورپین اردو رائٹرز سوسائٹی، لندن/لیوٹن)، ص ۴۷۔

2. www.saadatsaeed.com/urdu/urdu-In-Turkey.htm.
3. http://en/wikipedia.org/wik/Turkey
4. Ibid
5. http://en/wikipedia.org/wiki/Geography-of-Turkey
6. www.saadatsaeed.com
7. http//en.wikipedia.org/wiki/Ankara

۸۔ ڈاکٹر اے بی اشرف،''ترکی میں اردو مروجہ بیرونی ممالک میں اردو''، مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق جاوید، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء، ص ۶۱۔

۹۔ ڈاکٹر اے بی اشرف، ڈاکٹر گلسرین ہالی بی آبائی،''ترکی میں اردو کی پیش رفت''، مشمولہ انقرہ اردو سیمینار، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد، ملتان پاکستان ٹیچرز فورم ۱۹۸۸ء، ص ۱۴-۱۵۔

۱۰۔ ڈاکٹر سعادت، حوالہ مذکور۔ ۱۱۔ ایضاً۔ ۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ ایضاً۔ ۱۴۔ ڈاکٹر خلیل طوق آر، حوالہ مذکور، ص ۴۸۔

۱۵۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، حوالہ مذکور، ص ۲۴۲۔